This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

RAHAT-UL-QULOOB
Bi-Annual, Trilingual (Arabic, English, Urdu) ISSN: (P) 2025-5021. (E) 2521-2869
Project of **RAHATULQULOOB RESEARCH ACADEMY,**
Jamiat road, Khiljiabad, near Pak-Turk School, link Spini road, Quetta, Pakistan.
Website: www.rahatulquloob.com
Approved by Higher Education Commission Pakistan
Indexing: » Australian Islamic Library, IRI (AIOU), Tahqeeqat, Asian Research Index, Crossref, Euro pub, MIAR, ISI, SIS.

TOPIC

اسلامی تصور ملکیت: ایک تجزیاتی مطالعہ

An Analytical Study of the Islamic Concept of Ownership

AUTHORS

1. Muhammad Shareef Asi, Ph.D Scholar, Department of Islamic Studies, Bahauldin Zikria University, Multan, Pakistan.
   Email: msharifaasi@gmail.com
2. Dr. Munazza Hayat, Associate Professor, Department of Islamic Studies, Bahauldin Zikria University, Multan, Pakistan.
   Email: munazza.farhan@hotmail.com

How to Cite: Asi, Muhammad Shareef, and Dr. Munazza Hayat. 2022. "URDU: اسلامی تصور ملکیت:ایک تجزیاتی مطالعہ: An Analytical Study of the Islamic Concept of Ownership". *Rahat-Ul-Quloob* 6 (1), 93-108. https://doi.org/10.51411/rahat.6.1.2022/318.

URL: http://rahatulquloob.com/index.php/rahat/article/view/318
Vol. 6, No.1 || Jan–Jun 2022 || URDU-Page. 93-108
Published online: 01-01-2022

QR. Code

اسلامی تصور ملکیت: ایک تجزیاتی مطالعہ

An Analytical Study of the Islamic Concept of Ownership

محمد شریف عاصی[1] منزہ حیات[2]

ABSTRACT

Ownership is fundamental to any economic system. That is why its importance is admitted by all economic systems of the world. By the given importance of ownership, the question arises that in a society where the actions and benefits of individuals and the state are separate and such actions and benefits require property rights for them to fulfill their responsibilities and duties, here what does Islam present his point of view in balancing this conflict of individual and collective ownership. And what is the uniqueness and superiority of Islamic concept of ownership over the concept of ownership of the Capitalist system and the concept of ownership of Communism. This article explores these questions.

Key Words: ownership, Capitalist system, Communism, uniqueness.

تصور ملکیت کسی بھی معاشی نظام کی اساس ہے کیونکہ معاشی مسئلہ بھی ملکیت ہی کی بنیاد پر پیدا ہوتا ہے۔ گویا معیشت کی اصل روح تصور ملکیت ہی ہے۔ عام طور پر ملکیت سے مراد کسی چیز پر ایک فرد یا کئی افراد کا اس طرح کا قبضہ ہے کہ جس میں وہ اپنی مرضی کا حقِ تصرف رکھتے ہوں۔

فَالْمِلْكُ هُوَ قُدْرَةٌ يُثْبِتُهَا الشَّارِعُ ابْتِدَاءً عَلَى التَّصَرُّفِ[1]

ترجمہ: ملکیت تصرف کرنے کی وہ قدرت ہے جو شریعت نے اولاً ثابت کی ہے۔

معنى الملك في حق الآدمي كونه أحق بالانتفاع من غيره[2] کسی انسان کے لیے ملکیت کے معنی یہ ہیں کہ اسے دوسروں کے مقابلہ میں نفع اٹھانے کا حق حاصل ہو "لہذا جب کسی کو اپنے زیر قبضہ چیز پر حسب منشا تصرف کا حق حاصل ہو جائے بشرطیکہ اس بارے میں شارع کا اذن ہو تو اسے حق ملکیت کہتے ہیں گویا اس میں یہ ضروری ہے کہ ملکیت کا حصول شرعی طور پر ہوا ہو کیونکہ کائنات کی ہر چیز کا مالک حقیقی اللہ تعالیٰ ہے انسانوں کو حقوق ملکیت اسی کی طرف سے عطا کردہ ہیں اور اس ملکیت کی حدود و قیود، اغراض و مقاصد بھی اسی کی طرف سے متعین کردہ ہیں۔ اسلامی تصور ملکیت کا یہی وصف اسے معاصر نظامہائے معیشت کے تصور ملکیت سے منفرد کرتا ہے۔ ذیل میں اسلامی تصور ملکیت کا تفصیل سے تحقیقی و تقابلی جائزہ لیا جاتا ہے۔ دین اسلام کی ہدایت اور رہنمائی کے مطابق کائنات کی ہر چیز کا خالق اور مالک حقیقی اللہ تعالیٰ ہے۔

قُلْ لِمَنِ الْأَرْضُ وَمَنْ فِيهَا إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ[3]

ترجمہ: کہو کہ اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ کہ زمین اور جو کچھ زمین میں ہے سب کس کا مال ہے؟ جھٹ بول اٹھیں گے کہ خدا کا۔

لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ[4]

ترجمہ: جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب خدا ہی کا ہے۔

مگر انسان خدا کے نائب ہونے کی حیثیت سے ان اشیاء پر تصرف کا حق رکھتا ہے۔

أَنفِقُوا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُسْتَخْلَفِينَ فِيهِ[5]۔ "اور جس مال میں اس نے تم کو اپنا نائب بنایا ہے اس میں سے خرچ کرو"

لہٰذا انسان خدا کے نائب کی حیثیت سے ان املاک میں تصرف کا مجاز ہے۔ کیونکہ یہ حق ملکیت انسان کے مقصد زندگی کے حصول کا ذریعہ ہے۔أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا[6]"تمہارے اموال جنہیں خدا نے تم لوگوں کے لئے سبب معیشت بنایا ہے"۔

اور یہ ملکیت محض ایک ملکیت ہی نہیں بلکہ ایک امانت اور نیابت ہے۔

وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ[7]

ترجمہ: ہم نے زمین میں تمہارا ٹھکانا بنایا اور اس میں تمہارے لئے سامان معیشت پیدا کئے۔

چونکہ انسان کو ان اشیاء پر امانتاً اور نیابتاً متصرف و مجاز بنایا گیا ہے لہٰذا انسان کے لئے لازم ہے کہ وہ نیابت کے فرائض ان حدود اور قواعد کے مطابق ہی انجام دے جو ان اشیاء کے مالک حقیقی نے طے کئے ہیں۔ حدود و مقاصد اور حصول انتفاع کے لحاظ سے ہم ملکیت کے اسلامی تصور کا تحقیقی جائزہ انفرادی اور اجتماعی حیثیت سے ذیل میں الگ الگ لیتے ہیں۔

انفرادی ملکیت

انفرادی ملکیت کے تصور کو پہلے قرآنی آیات کی روشنی میں دیکھتے ہیں کہ قرآن میں انفرادی ملکیت سے متعلق کیا وضاحت کی گئی ہے۔ عورتوں اور مردوں کے اعمال اور ان کے اجر سے متعلق خالق کائنات کا ارشاد ہے

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا اكْتَسَبْنَ[8]

ترجمہ: مردوں کو ان کاموں کا ثواب ہے جو انہوں نے کیے اور عورتوں کو ان کاموں کو ثواب ہے جو انہوں نے کیے۔

ہر شخص اپنی سعی اور عمل کا ثمر پائے گا لہٰذا عمل کرنا ہر فرد کا اختیار ہے اور اس کا ثمر اس کی ملکیت ہے۔ اسی ملکیت کے تحفظ کے لیے حکم دیا گیا ہے کہ کسی کمزور، لاوارث اور بے بس کی ملکیت بھی اپنے قبضے میں نہ رکھو جیسا کہ حکم ہے

وَآتُوا الْيَتَامَى أَمْوَالَهُمْ [9]۔ "اور یتیموں کا جو مال (جو تمھاری تحویل میں ہو) ان کے حوالے کر دو"

یعنی اگر کوئی شخص کسی یتیم کا سرپرست بن گیا ہے تو اسے اس کا مال اس کی رشد و بلوغت کو پہنچنے پر اس کے حوالے کر دے کیونکہ دراصل یہ مال اس یتیم کی ملکیت ہے اور کسی کو اس کی ملکیت سے محروم کرنا اسلام میں قطعی طور پر حرام اور ناجائز ہے۔

چنانچہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق کسی کی کوئی چیز بغیر اجازت لینا تو درکنار کسی کے گھر میں بلا اجازت داخل ہونا بھی ممنوع ہے جیسا کہ ارشاد ہے:يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا[10]یعنی مومنو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے لوگوں کے گھروں میں گھر والوں سے اجازت لیے بغیر اور ان کو سلام کئے بغیر داخل نہ ہوا کرو۔ کیونکہ ایسا کرنے سے ان کا حق ملکیت مجروح ہو گا۔ وَأَوْرَثَكُمْ أَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ وَأَرْضًا لَمْ تَطَئُوهَا [11]"اور ان کی زمین اور ان کے گھروں اور ان کے مال کا اور اس زمین کا جس میں تم نے پاؤں بھی نہیں رکھا تم کو وارث بنا دیا" گویا ان کے حق ملکیت کو ایک سزا کے طور پر ختم کر کے تمھیں مالک بنا دیا۔ وَلَا تَأْكُلُوا

أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ[12] "اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ" کیونکہ کسی کا مال باطل طریق سے کھانا اس کے حق ملکیت میں اس کی مرضی کے بغیر تصرف کرنا ہے جو کہ ظلم اور گناہ ہے۔ وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ[13] "اور ان کے مال میں مانگنے والے اور نہ مانگنے والے (دونوں) کا حق ہوتا ہے۔ کیونکہ جس بھی شخص کو اللہ تعالیٰ نے جس مال سے نوازا ہے اور جو ملکیت بخشی ہے یہ اس کے پاس اللہ کی طرف سے ایک امانت ہے اس لیے یہ مال و ملکیت جو اس کی ضرورت سے زائد ہے وہ دوسرے مستحقین کا حصہ ہے جو امانتا اسے دیا گیا ہے لہذا اس پر لازم ہے کہ یہ مستحق لوگوں کی ملکیت میں دے دیں۔

مندرجہ بالا آیات واضح طور پر انفرادی ملکیت کی دلالت کرتی ہیں اور افراد کے لئے املاک رکھنے اور ان پر تصرف کرنے کے حق کی صراحت اور وضاحت کرتی ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کے متعدد ارشادات بھی انفرادی حق ملکیت کا واضح ثبوت ہیں۔ آپ ﷺ نے انفرادی ملکیت کے تحفظ اور حرمت کے بارے میں فرمایا: كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ، دَمُهُ، وَمَالُهُ، وَعِرْضُه[14] ہر مسلمان کا خون، مال اور اس کی عزت دوسرے مسلمان پر حرام ہے" اس طرح ہر مالک کو اپنے مال کی حفاظت کا بھی حق حاصل ہے اور اگر وہ اپنے مال کے تحفظ میں اپنی جان دے دیتا ہے تو وہ شہادت کے درجے پر فائز ہوتا ہے۔ مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ[15] "جس نے اپنے مال کی خاطر جان دی وہ شہید ہے"۔ لہذا کسی دوسرے شخص کی مملوکہ زمین پر قبضہ کرنا بھی جرم ہے۔

مَنْ أَخَذَ مِنَ الْأَرْضِ شَيْئًا بِغَيْرِ حَقِّهِ خُسِفَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَى سَبْعِ أَرَضِينَ[16] "جس نے ناجائز طریقے سے کسی کی تھوڑی سی زمین پر قبضہ کرلیا اسے روز آخرت ساتوں زمینوں تک دھنسا دیا جائے گا۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے: مَنْ ظَلَمَ مِنَ الْأَرْضِ شَيْئًا طُوِّقَهُ مِنْ سَبْعِ أَرَضِينَ[17] "جس نے تھوڑی سی زمین پر ناجائز طریقے سے قبضہ کرلیا اسے ساتوں زمینوں تک کا طوق پہنایا جائے گا"۔ اس طرح آپ ﷺ نے بنجر اور افتادہ زمینوں کی آبادکاری کی بابت فرمایا: مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَيِّتَةً فَهِيَ لَهُ[18] "جس شخص نے افتادہ زمین کو آباد کیا وہ اسی کی ہے"۔

درج بالا اسلامی تعلیمات سے معلوم ہوا کہ اسلام دین فطرت ہونے کے اعتبار سے انسان کے اس جذبہ کا احترام کرتے ہوئے اس کی نجی ملکیت کے حق کو تسلیم کیا ہے۔ اسی طرح حد سرقہ، زکوۃ اور میراث سے متعلق احکامات، انفاق فی سبیل اللہ، خرید و فروخت مال کے تلف کرنے پر تاوان، قرض جیسے مسائل سے متعلق قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ انفرادی ملکیت پر دلالت کرتی ہیں۔ کیونکہ اگر فرد کو نجی ملکیت کے حق سے محروم کر دیا جائے تو اسلام کی معاشی تعلیمات کا ایک بڑا حصہ بے کار اور بے معنی ہو کر رہ جائے گا بلکہ دراصل نجی حق ملکیت کی نفی اس نظریہ کی نفی ہے جو اسلام نے زندگی کے بارے میں عطا کیا ہے۔ لہذا ایک فرد کو اپنی ملکیت کے استعمال، تصرف اور اس سے مزید نفع حاصل کرنے کے لئے کاروبار میں لگانے، ملکیت کے انتقال کرنے اور اس کے تحفظ کا اسلامی شریعت مکمل تحفظ فراہم کرتی ہے۔ مگر فرد کو انفرادی ملکیت کے ان سب حقوق کے باوجود کچھ حدود و قیود کا پابند بنایا ہے جو اسلامی شریعت نے متعین کئے ہیں کیونکہ انسان خدا کا بندہ اور نائب ہے اور اس کو نجی ملکیت کے حق سے اس کے رب کی طرف سے نوازا گیا ہے۔ لہذا بندگی کا تقاضا ہے کہ ملکیتی اشیا کا استعمال ان حدود کے اندر کیا جائے جو اصل مالک نے مقرر کیے ہیں اس لیے یہ حق ملکیت مطلق نہیں ہے۔

وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِنْ كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ[19]

ترجمہ: اور جو مال تم کو خدا نے عطا فرمایا ہے۔ اس سے آخرت کی بھلائی طلب کیجئے اور دنیا سے اپنا حصہ نہ بھلائیے اور جیسی خدا نے تم سے بھلائی کی ہے ویسی تم بھی لوگوں سے بھلائی کرو اور ملک میں طالب فساد نہ ہو۔

درج بالا آیت سے واضح ہوتا ہے کہ: فرد کو نجی ملکیت کا حق خدا کی طرف سے عطا کردہ ہے اور یہ ملکیتی حق اسے خدا کی طرف سے امانتاً حاصل ہے۔ چنانچہ اسے چاہیے کہ وہ اپنے ملکیتی وسائل کو خدا کے احکامات اور اس کی رضا کے مطابق خرچ کرے تاکہ دنیاوی اور اخروی کامیابی سے ہمکنار ہو سکے۔

نجی اور انفرادی ملکیت کی حدود:

چنانچہ اسلام نے جہاں فرد کو حق ملکیت سے نوازا ہے وہاں اس پر حق ملکیت کے استعمال اور تصرف میں کچھ حدود قیود بھی مقرر کی ہیں ذیل میں ان حدود و قیود کا تحقیقی جائزہ لیا جاتا ہے۔

حق استعمال اور تصرف کی حدود:

نجی اور انفرادی ملکیت میں شریعت نے پہلی قید تو یہ لگائی ہے کہ انسان اپنی ملکیت کو غیر شرعی مصارف پر صرف نہیں کر سکتا چنانچہ ہر وہ مصرف جو معاشرے کے لئے خرابی کا باعث ہو اور معاشرتی اخلاق کے لیے تباہ کن ہو شریعت نے وہاں خرچ کرنے پر پابندی عائد کر دی ہے اس لئے زناکاری، شراب نوشی، سٹہ بازی، جوئے بازی پر اپنی ملکیت کا استعمال ممنوع ہے کیونکہ ایسا کرنا تبذیر ہے جو کہ غیر شرعی ہے۔

وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا ۞ إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ[20] "کہ فضول خرچی کرنے والے تو شیطان کے بھائی ہیں"

باطل افکار و خیالات اور فحش پر مبنی چیزوں کی اشاعت و فروغ کے لیے کیے جانے والے اخراجات بھی تبذیر میں شامل ہیں کیونکہ وسائل کو ضائع کرنا دراصل فساد فی الارض میں داخل ہے۔ وَإِذَا تَوَلَّىٰ سَعَىٰ فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ[21] اور جب پیٹھ پھیر کر چلا جاتا ہے تو زمین میں دوڑتا پھرتا ہے تاکہ اس میں فتنہ انگیزی کرے اور کھیتی کو برباد اور انسانوں حیوانوں کی نسل کو نابود کر دے اور خدا فتنہ انگیزی کو پسند نہیں کرتا" رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: إِنَّ اللَّهَ كَرِهَ لَكُمْ ثَلَاثًا قِيلَ وَقَالَ وَإِضَاعَةَ الْمَالِ وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ[22] "اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تین چیزوں کو ناپسند فرمایا ہے قیل و قال کرنا، مال ضائع کرنا اور کثرت سے سوال کرنا" مال ضائع کرنے کی ایک اور شکل اسراف ہے۔ "اس کا اطلاق ہر ایسے طرز عمل پر ہوتا ہے جو صحیح انسانی، اور اسلامی طرز عمل سے ہٹا ہوا ہو۔ لیکن صرفِ مال اور استعمالِ ملکیت کے سلسلہ میں اس کے معنی کچھ محدود ہیں۔ جس غرض تکمیل مال و املاک کی ایک مخصوص مقدار صرف کر کے کی جاسکتی ہے اس پر دانستہ اور بلا مزید فائدہ کے زائد مقداریں صرف کرنا اسراف ہے"[23] چنانچہ ضروریات پر حد سے زائد خرچ کرنا شریعت اسلامی میں ممنوع ہے۔ كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ[24] "کھاؤ اور پیو اور بے جا نہ اڑاؤ۔ خدا بے جا اڑانے والوں کو پسند نہیں کرتا"۔ اسی طرح تنعم و تفاخر اور عیش کوشی بھی اسلام میں ممنوع ہے۔ کیونکہ مال و دولت کا مقصد قیام زندگی ہے اس لئے انسان کو قیام حیات کے بعد عیش کوشی تنعم و تفاخر میں پڑنے کی بجائے بلند تر مقاصد زندگی کے حصول کے کوشاں رہنا چاہیے۔ اسلام انسانیت سے ترک لذات کا مطالبہ نہیں کرتا بلکہ فرد سے اعتدال اور توازن کا خواہاں ہے تاکہ انسان ان دنیاوی باتوں میں منہمک ہو کر یاد الٰہی اور آخرت سے غافل نہ ہو جائے اور تکبر اور تفاخر کی

راہ پر چل کر انفرادی اور اجتماعی ذمہ داریوں سے لاپرواہ نہ ہو جائے۔ اعۡلَمُوا أَنَّمَا الۡحَيَاةُ الدُّنۡيَا لَعِبٌ وَلَهۡوٌ وَزِينَةٌ وَتَفَاخُرٌ بَيۡنَكُمۡ وَتَكَاثُرٌ فِي الۡأَمۡوَالِ وَالۡأَوۡلَادِ[25] "جان رکھو کہ دنیا کی زندگی محض کھیل اور تماشا اور زینت و آرائش اور تمہارے آپس میں فخر و ستائش اور مال اور اولاد کی ایک دوسرے سے زیادہ طلب و خواہش ہے" اس لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: إِيَّاكَ وَالتَّنَعُّمَ فَإِنَّ عِبَادَ اللَّهِ لَيۡسُوا بِالۡمُتَنَعِّمِينَ[26] "خبردار تعیشات پر مبنی زندگی سے اجتناب کرنا کیونکہ اللہ کے اچھے بندے تعیشات کے دلدادہ نہیں ہوتے"۔ لہٰذا اسلامی معاشی تصور میں عیش کوشی اور تنعم یکسر ممنوع ہے۔ قطع نظر فرد کے معاشی حالات اور معاشرے کے تمام حالات کے اس کا اختیار کرنا ہر حالت میں ممنوع ہے۔ نیز فرد کا اپنے ملکیتی وسائل کا ایسا استعمال بھی ممنوع جو معاشرے کے دیگر افراد کے لئے بحیثیت مجموعی نقصان دہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ[27] "اسلام میں مضرت رسانی جائز نہیں نہ ابتداً اور نہ جواباً"۔ لہٰذا کسی بھی قسم کی ملکیت کا ایسا استعمال بھی ممنوع ہے جس سے دوسروں کو نقصان پہنچے چاہے وہ مضرت رسانی، منقولہ جائیداد یا غیر منقولہ ملکیت کے استعمال سے ہو یا نقد سرمایہ اور عام استعمال کے تصرف سے۔

سرمایہ کاری کی حدود

اسلام نے دولت کمانے کے وہ تمام ذرائع ممنوع اور حرام قرار دیے ہیں جو معاشرے کے دیگر افراد کے لیے ضرور کا باعث ہوں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأۡكُلُوا أَمۡوَالَكُمۡ بَيۡنَكُمۡ بِالۡبَاطِلِ[28]۔ "مومنو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ"

لہٰذا سرمایہ کاری اور نفع آور کاروبار کام میں ملکیت کے استعمال کی بھی چند حدود ہیں۔ ان میں دھوکہ، فریب، ناقص اشیا کو اچھا بنا کر پیش کرنا، ملاوٹ کرنا، ناپ تول میں کمی بیشی کرنا اسی طرح اضطراری حالت میں زائد قیمت وصول کرنا ایسی ہی منافی اخلاق دیگر کاروبار اور سرمایہ کاری حرام ہیں اس لئے رسول اللہ نے فرمایا: مَنۡ غَشَّ فَلَيۡسَ مِنَّا[29] "جس نے دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں" اس طرح ذخیرہ اندوزی کر کے نہ رسد میں مصنوعی قلت کرنا تاکہ زیادہ قیمت وصول کی جاسکے ایسا کرنا بھی اسلام میں ممنوع ہے کیونکہ "من احتكر فهو خاطئ[30] "ذخیرہ اندوز کرنے والا خطاکار ہے" لہٰذا نجی مال و املاک کا نفع آور سرگرمیوں میں استعمال کے حق کو اس لیے محدود کر دیا گیا تاکہ افراد اور معاشرے کے مفادات کا تحفظ یقینی بنایا جاسکے کیونکہ شریعت ایسے مسائل میں مصلحت عامہ کو مد نظر رکھ کر فیصلے کرتی ہے نیز مصلحت کا بھی یہی تقاضا ہے کہ فرد واحد کے مفاد پر اجتماعی مفاد کو ترجیح حاصل ہو۔

اجتماعی ملکیت

فرد کی انفرادی زندگی کا انحصار معاشرے، سماج اور اجتماعیت پر ہے۔ کیونکہ کسی بھی فرد کیلئے اجتماعی زندگی سے لاتعلق ہو کر زندگی بسر کرنا ناممکن ہے۔ اس لئے فرد کی انفرادیت کی مکمل نشو و نما ایک اجتماعی نظام کے بغیر ناممکن ہے چنانچہ اسلام میں اجتماعی زندگی کی ضرورت و اہمیت پر بہت زور دیا گیا۔ اس لئے قرآن میں احکام دیتے ہوئے اکثر مقامات پر انسانیت کو مجموعی طور پر یا یھا الناس کہہ مخاطب کیا گیا ہے۔ اسی طرح اگر جہاں صرف مسلمانوں سے خطاب کیا گیا ہے تو وہاں بھی طرز مخاطبت يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اختیار کیا ہے اسی طرح کے دیگر احکامات جیسے "لَا تَأۡكُلُوا أَمۡوَالَكُمۡ بَيۡنَكُمۡ بِالۡبَاطِلِ" اس لئے کہ اسلام ایک صالح معاشرہ اور اجتماعی نظام تشکیل دینا چاہتا ہے۔ گویا اجتماعی نظام سے الگ ہو کر رہنے کی اسلام میں گنجائش ہی نہیں۔ اسلام کے اجتماعی نظام کا ایک حصہ اس کا معاشی نظام بھی ہے۔ چونکہ انسانی زندگی کی بقا اور اس نشو و نما اس

شعبہ زندگی پر منحصر ہے اس لیے کسی بھی اجتماعی نظام کا ایک بڑی حد تک دارومدار اس کے معاشی نظام کے بہتر اور صالح ہونے پر ہے۔ ذیل میں اسلام کی معاشی اور اقتصادی افکار و تعلیمات میں اجتماعی ملکیت کے تصور کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں پہلے یہ دیکھتے ہیں کہ اجتماعی ملکیت کی تعریف کیا ہے۔

"اجتماعی ملکیت سے وہ ملکیت مراد ہے جس پر مجموعہ افراد کو بحیثیت جماعت مالکانہ حقوق حاصل ہوں۔ عام طور پر جماعت یہ حقوق اپنے کسی نمائندہ ادارہ کے ذریعہ استعمال کرتی ہے اور عرف عام میں یہی ادارہ اس چیز کا مالک قرار پاتا ہے"[31]۔ اور یہ ادارہ اسلامی ریاست اور حکومت ہے جو اس ملکیت کو مفاد عامہ اور رفاہ عامہ کے لئے استعمال کرتی ہے۔ اجتماعی ملکیت سے مراد وہ ملکیت ہے جس پر ریاست کا مالکانہ تصرف ہو اور ہر فرد کو اس چیز سے آزادانہ استفادہ کا حق ہو۔ اس قسم کی ملکیت ان اشیا پر ہوتی ہے جو مفاد عامہ کے لئے ضروری ہوتی ہے۔ اگر ان پر افراد کی ملکیت ہو جائے تو عوام تنگی اور تکلیف محسوس کریں۔ لہذا ریاست کے وہ وسائل جو عوام کی مشترکہ ضرورت ہوں تو حکومت انہیں اپنی ملکیت میں لے کر اجتماعی مفاد کے لئے صرف کرتی ہے کیونکہ حکومت کو عوام کے لئے سرپرست اور ولی کی حیثیت حاصل ہے۔ جیسا کہ حضرت عمر نے ایک مرتبہ فرمایا:

وَإِنَّمَا أَنَا وَمَالُكُمْ كَوَلِيِّ الْيَتِيمِ[32] "کہ میری حیثیت تمھارے مال کے سلسلہ میں وہی ہے جو کسی یتیم کے سرپرست کی ہے"

لہذا کوئی بھی نظام معیشت ہو وہ ریاست اور حکومت کے کسی نہ کسی شکل میں بالواسطہ یا براہ راست حکومت کے کنٹرول اور رہنمائی کے تحت قائم اور منظم ہوتا ہے اور کسی بھی نظام حکومت کی بنیاد اس معاشرے کے فلسفہ حیات پر قائم ہوتی ہے اس طرح نظام حیات نظام حکومت اور نظام معیشت باہم مربوط ہوتے ہیں اسلامی تصور معیشت اور اقتصادی افکار کے تحت اجتماعی ملکیت کو اس طرح شمار کیا جا سکتا ہے۔

ا: مشترکہ قومی املاک سے استفادہ

ب: وہ غیر مملوکہ زمین، جنگلات، معدنیات وغیرہ جن کو ریاست مشترکہ ملکیت سے نکال کر اپنے لیے مخصوص کرے۔ نیز سرکاری عمارتیں، سڑکیں، پُل، سرکاری نہریں وغیرہ۔

ج: زمین کے اندر پائے جانے والے معدنی ذخائر

د: عشر، زکوۃ اور خمس کے شرعی محاصل سے ہونے والی آمدنی

ھ: جزیہ، خراج اور غیر مسلم شہریوں سے حاصل ہونے والے دوسرے محاصل

د: معاہدہ بیع یا نشوونمائے ملکیت سے حاصل ہونے والی نئی املاک

ر: ریاستی کاروبار کے منافع

ح: افراد، اداروں یا دوسرے ممالک سے حاصل ہونے والے عطایا اور اوقاف

ط: جنگ سے حاصل ہونے والے غنائم۔

ی: فئے

ک: لقطہ

ل: لاوارث افراد یا اداروں کے ترکے[33]

جس طرح نجی اور افرادی ملکیت کے استعمال اور تصرف کے لئے حدود اور پابندیاں مقرر کی گئیں ہیں اس طرح اجتماعی ملکیت کے استعمال اور تصرف کے لئے بھی اسلام کی معاشی و اقتصادی نظام میں کچھ حدود اور پابندیاں قائم کی گئیں ہیں۔ ان میں کچھ پابندیاں تو وہی ہیں جو انفرادی ملکیت کے لئے ہیں جیسے اضاعتِ مال، اسراف و تبذیر کو ممنوع قرار دینا اسی طرح ایسی سرمایہ کاری یا کاروبار جو دوسرے افراد کے لئے کسی بھی لحاظ سے مال یا جان کے نقصان کا باعث ہے اسے ممنوع قرار دینا۔ ذیل میں اجتماعی ملکیت کی مخصوص حدود و قیود کا جائزہ لیا جاتا ہے:

ریاست یا حکومت کو ملکی وسائل پر جو مالکانہ حقوق حاصل ہیں وہ ایک امین کے حیثیت سے حاصل ہیں کیونکہ ریاست ایک اجتماعی ادارہ ہے اور ریاست کے مالکانہ حقوق سے مراد اس ادارے کے حقوق ہیں نیز یہ کہ ادارہ کے ان مالکانہ حقوق میں ریاست کے سارے لوگ برابری کی سطح پر حصہ دار اور مالک ہیں جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: النَّاسُ شُرَكَاءُ فِي الْمَاءِ وَالْكَلَأِ وَالنَّارِ[34] "کہ انسان پانی، گھاس اور آگ میں یکساں طور پر حصہ دار ہیں"۔ پس ایسی تمام چیزیں جو عام ضرورت کی ہو یا اور کوئی بھی انسان ان سے بے نیاز نہ ہو سکے ریاست اور حکومت ان کو ایک امین اور خازن کے حیثیت سے ملکیت میں لے کر بقدر ضرورت افراد میں تقسیم کرے کیونکہ مخصوص یا چند افراد کی ملکیت میں ان اشیا کو مالک بنانے سے عام انسانوں کے لئے تنگی کا باعث ہو گا۔ سونا، چاندی اور لوہے کے ذخائر اسی طرح تیل و گیس کے ذخائر کا عمومی مفاد کے پیش ریاست کی ملکیت میں ہوتے ہیں۔ لہذا ریاست یا حکومت ایک امین اور خازن و قاسم کی حیثیت سے مستحقین تک پہنچائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: إِنْ أَنَا إِلَّا خَازِنٌ أَضَعُ حَيْثُ أُمِرْتُ[35] "میں تو صرف ایک خازن ہوں جہاں مجھے حکم دیا جاتا ہے وہاں خرچ کرتا ہوں"۔

کیونکہ آپ ﷺ بحیثیت ریاست کے حکمران، اللہ کے مال اور ملکی و ریاستی وسائل کے امین اور خازن تھے۔ امانت وار خازن مال کا نگران و محافظ بھی ہوتا ہے اور قاسم بھی کیونکہ جو کچھ اس کے زیر نگرانی ملکیت ہوتی ہے وہ دراصل عوام اور لوگوں کا مال ہوتا ہے اور حاکم اسے ان لوگوں سے تقسیم کرتا ہے جو اس کا فرض منصبی ہے۔ اس لئے حضرت عمرؓ کہا کرتے تھے: إِنِّي قَاسِمٌ مَسْئُولٌ[36] کہ میں وہ تقسیم کرنے والا ہوں کہ جس سے بازپرس ہو گی۔ گویا اسلامی ریاست جملہ مالی تصرفات میں خدا کے سامنے بھی جواب دہ ہے اور عوام کے سامنے بھی جواب دہ اور ریاست کے مالکانہ حقوق بھی رائے عام سے مقرر ہوں گے اور اس سلسلے میں حکومت پابند ہے کہ اہل الرائے کی مشاورت سے مالی امور بھی نمٹائے کیونکہ حکم خداوندی ہے: وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ[37] "اور اپنے کام آپس کے مشورے سے کرتے ہیں۔

مشاورت کے اس عمل کی اہمیت حکومت و خلافت کے امور میں ناگزیر بن جاتی ہے اس لئے حضرت عمر نے فرمایا: لَا خِلَافَةَ إِلَّا عَنْ مَشُورَةٍ[38] "کہ بغیر مشورے کے کوئی خلافت نہیں ہے"۔ اس لئے ریاست کے ملکیتی حقوق اور حدود میں یہ بھی لازمی امر ہے کہ تمام تصرفات شرعیت پر مبنی ہونے چاہیں۔ جن میں قانون الٰہی کا نفاذ امر بالمعروف و نہی عن المنکر، دعوت و تبلیغ اسلام، جہاد فی سبیل اللہ، کفالت عامہ، رفاہ عامہ، تعلیم و تربیت اور دفاع کے لئے ہونے چاہیں۔ حکمران طبقہ کا اپنے ذاتی مفاد، عیش و آرام اور شان و شوکت کیلئے خرچ کرنا حرام اور ناجائز ہے اس لئے کہ یہ خیانت اور بدعہدی مبنی ہے۔ لہذا ایسے اخراجات جن کا مفاد عامہ اور عوامی خدمت و احتیاج سے کوئی واسطہ نہیں اور حاکم وہاں

اجتماعی ملکیت کو خرچ کرنے سے احتراز کرے کیونکہ وہاں اس کی ملکیت کا حق ساقط ہو جاتا ہے حضرت عمر نے فرمایا: وَإِنَّمَا أَنَا وَمَالُكُمْ كَوَلِيِّ الْيَتِيمِ إِنِ اسْتَغْنَيْتُ اسْتَعْفَفْتُ، وَإِنِ افْتَقَرْتُ أَكَلْتُ بِالْمَعْرُوفِ[39] "تمہارے مال کے سلسلہ میں میری حیثیت کسی یتیم کے سرپرست کی ہے اگر میں اس کا ضرورت مند نہ رہا تو اس سے دست کش رہوں گا اور اگر ضرورت مند ہو گیا تو اس میں سے معروف کے مطابق کھاؤں گا"۔

لہذا حاکم اور ریاست کے لئے لازم ہے کہ وہ اجتماعی ملکیت کو صرف مبنی بر حق اور شرعا معتبر مقاصد اور مصالح پر صرف کرے نیز یہ کہ اموال زکواۃ کو خدا کے مقرر کردہ مصارف پر صرف کرے کیونکہ اسلامی ریاست کو ان مصارف میں کسی قسم کی ترمیم کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ ایک مرتبہ کسی شخص سے رسول خدا نے فرمایا: إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَمْ يَرْضَ بِحُكْمِ نَبِيٍّ وَلَا غَيْرِهِ فِي الصَّدَقَاتِ، حَتَّى حَكَمَ فِيهَا هُوَ، فَجَزَّأَهَا ثَمَانِيَةَ أَجْزَاءٍ، فَإِنْ كُنْتَ مِنْ تِلْكَ الْأَجْزَاءِ أَعْطَيْتُكَ حَقَّكَ[40]۔ "اللہ نے اموال زکوٰۃ کی تقسیم میں کسی شخص حتیٰ کہ کسی نبی کے دخل کو بھی پسند نہیں کیا۔ اس نے خود اسے آٹھ حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ اب اگر تم ان آٹھ مصارف میں سے ہو تو میں تمہیں تمہارا حق عطا کروں"۔ لہذا اموال زکواۃ کو مقررہ مصارف پر ہی صرف کرنا چاہیے۔

اسی طرح اجتماعی ملکیت کے حوالے سے ریاست پر لازم ہے کہ انتقال ملکیت میں اجتماعی مصالح کو مدنظر رکھے۔ امتیازی سلوک، طبقاتی تفریق اور کسی قسم کی ایذا رسانی سے احتراز کرے اور تمام مالی ملکیتی امور کو مشاورت سے انجام دے تا کہ نہ تو کسی کی حق تلفی ہو اور نہ ہی اجتماعی ملکیت میں کوئی نقصان ہو نہ اس کا ضیاع ہو سکے چنانچہ جب مفتوحہ علاقوں سے کثرت سے مال و دولت حاصل ہوا تو حضرت عمر نے صحابہ کے مشورہ سے عطایا و وظائف کے سلسلہ میں مردم شماری کے رجسٹر مرتب کرائے گئے۔ "كتب الناس على قبائلهم وفرض لهم العطاء"[41]۔ اسی طرح علاقہ سواد کی مفتوحہ زمینوں کے بارے میں اہل حل و عقد سے مشورہ کیا اور آخر طویل بحث کے بعد حضرت عمر کی رائے کو بہتر تسلیم کیا گیا اور سب نے کہا: فقالوا جميعاً : الرأي رأيك ، فنعم ما قلت[42]، "کہ آپ کی رائے بہتر رائے ہے اور جو آپ نے فرمایا وہی بہتر ہے"۔ چنانچہ درج بالا حقائق کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے کہ حکومت پر لازم ہے کہ اجتماعی ملکیت میں تصرف کے سلسلہ میں نہ صرف شورائی فیصلوں کی پابند ہے بلکہ جملہ مالی تصرفات میں عوام کے سامنے جواب دہ بھی ہے۔ کیونکہ ریاست ایک اجتماعی ادارہ ہے اور اس کے مالکانہ حقوق دراصل اس ادارہ کے حقوق ہیں۔ حکومت اور ریاست دراصل اس اجتماعی ملکیت کی امین ہے، اس لیے اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ اس امانت سے مستحقین کو مستفید کرے۔ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا[43] "خدا تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کو امانتیں ان کے حوالے کر دو"۔ لہذا صدر مملکت اور دیگر عمال حکومت کو اپنی ذاتی حیثیتوں میں اس اجتماعی ملکیت میں تصرف کرنے میں کوئی حق حاصل نہیں ہے۔

معاصر نظامہائے معیشت میں نظام سرمایہ داری اور اشتراکیت دو بڑے معاشی نظام ہیں جو اپنی خصوصیات کے باعث دور حاضر کی معیشت پر بہت اثر رکھتے ہیں جن کے تصور ملکیت کا تحقیقی جائزہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

"Capitalism is a system of economic organization in which individual person singly or in groups privately owned production resources including land and possess the right to use these resources generally in whatever manner they choose." [44]

ترجمہ: سرمایادارانہ نظام معاشی تنظیم کا وہ نظام ہے جس میں فرد اکیلا یا گروہی شکل میں وسائل پیداوار بشمول زمین کے مالک

ہوتے ہیں اور ان وسائل کو اپنی مرضی کے مطابق کسی بھی پیداواری شعبہ میں استعمال کرنے کے لیے عمومی طور پر آزاد ہوتے ہیں۔

یعنی یہ نظام وہ معاشی تنظیم ہے جس میں افراد، انفرادی یا اجتماعی طور پر زمین سمیت پیداواری ذرائع کے مالکانہ حقوق رکھتے ہیں۔ اور وہ ان ذرائع کو جس طریقے سے چاہیں استعمال میں لانے کے مجاز ہوتے ہیں۔

Pure capitalism is defined as a system where in all the means of production (physical capital) are privately owned and run by the capitalist class for a profit, while most other people workers who work for a salary or wage (and do not own the capital or the product) [45]

ترجمہ: ایک خالص سرمایہ دارانہ نظام کو اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے کہ یہ ایک ایسا معاشی نظام ہے جس میں تمام ذرائع پیداوار نجی ملکیت میں ہوتے ہیں اور سرمایہ دار طبقہ ہی منافع کے حصول کے لیے ان کو استعمال کرتا ہے جبکہ دوسرے لوگ جو زیادہ تر مزدور طبقہ ہیں جو اجرت اور تنخواہ کے لیے کام کرتے ہیں (جو نہ سرمائے کے مالک ہوتے ہیں اور نہ پیداوار کے)۔

مولانا حفظ الرحمان سیوہاروی سرمایہ دارانہ نظام کے فلسفہ سے درج ذیل اصول اخذ کرتے ہیں:

تمام ذرائع پیداوار افراد کے ہاتھوں میں اس طرح آزاد ہوں کہ ان کا مفاد مخصوص افراد کے حق میں ثابت ہو نہ کہ جماعت اور سماج کے حق میں۔ پیداوار نجی فائدہ کے اصول پر ہو نہ کہ عوام کی ضروریات کے فائدہ اصول پر اور اس لیے ضروریات کے تخمینہ کی مطابقت کی بجائے ذاتی اغراض کے اندھا دھند طریقہ پر ہو۔ ان ہر دو مقاصد کو کامیاب بنانے کے لیے ایسے طرز حکومت کی طرح ڈالی جائے جس میں قوانین کے ذریعے سرمایہ داری کی حفاظت و ترقی کا سامان فراہم کر سکے۔[46]

نظام سرمایہ داری جو کیپیٹل ازم کا ترجمہ ہے دراصل نام ہے اس خاص معاشی نظام کا جس میں کیپیٹل یعنی سرمائے کو پیدائش دولت کا ایک عامل تسلیم کیا جاتا ہے۔ بالفاظ دیگر جس کی بنیاد اس نظریے پر قائم ہوتی ہے کہ محنت کی طرح سرمایہ بھی دولت کو پیدا کرتا ہے۔ لہٰذا وہ محنت اور سرمائے کے اشتراک سے پیدا شدہ دولت کو محنت کش اور سرمایہ دار دونوں کو حقدار ٹھہراتا ہے۔ چونکہ یہ نظام کیپیٹل کو پیدائش کا ایک بنیادی عامل تسلیم کرتا ہے۔ اور اس کو بڑی اہمیت دیتا ہے لہٰذا اس وجہ سے اسے کیپیٹل ازم سے موسوم کیا گیا ہے۔[47]

مفکرین و ماہرین اقتصادیات کی درج بالا آرا سے درج ذیل حقائق واضح ہوتے ہیں؛

1۔ سرمایہ دارانہ معاشی نظام میں نجی ملکیت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے اسے نہ صرف ذاتی استعمال کی اشیا کے استعمال اور تصرف پر مکمل حق حاصل ہے بلکہ اشیائے سرمایہ (جن کی مدد سے اشیائے صرف پیدا کی جاتی ہیں) کی ملکیت کا بھی مکمل اور پورا پورا حق حاصل ہے اس طرح ایک فرد ہر قسم کے ذرائع پیدوار کی ملکیت کا حق رکھتا ہے اور پھر اس ملکیت کے استعمال کے آزادانہ اور لا محدود اختیارات چونکہ ذاتی اور نجی مفادات پر مبنی ہوتے ہیں نتیجتاً دولت کی غیر مساوی تقسیم عمل میں آتی ہے اور دولت معاشرے چند افراد میں مرتکز ہو کر رہ جاتی ہے اور امیر امیر تر ہوتا چلا جاتا ہے اور غریب غریب تر ہوتا چلا جاتا ہے اور معاشرہ طبقاتی کشمکش کا شکار ہو جاتا ہے۔

2۔ چونکہ افراد کو ذاتی ملکیت کو استعمال کرنے کے لا محدود اختیارات حاصل ہوتے ہیں اس لیے وہ اپنے ایسے کاروبار میں لگاتے ہیں جہاں

انہیں زیادہ سے زیادہ نفع حاصل ہو چاہے اس کاروبار اور پیشے کے معاشرے پر معاشی، اخلاقی اور مذہبی اعتبار سے کتنے ہی برے اثرات مرتب ہوں اور سرمایہ دار زیادہ سے زیادہ منافع کے حصول کے لیے محنت کی اجرت کم سے کم کرنا چاہتا ہے جس سے مزدور اور اجیر کا استحصال ہوتا ہے۔ چنانچہ اس نظام میں محنت کار، اجیر اور مزدور سرمایہ دار کے ہاتھوں محتاج اور بے بس ہو کر رہ جاتا ہے۔ نیز زیادہ سے زیادہ نفع کمانے کی لالچ میں سرمایہ دار اجتماعی مفاد پس پشت ڈال دیتا ہے۔ اس نظام میں ریاست نجی کاروبار اور سرمایہ کاری میں مداخلت نہیں کرتی کیونکہ آزاد اور بے قید معاشی سرگرمیوں کو سرمایہ دارانہ اصولوں کے مطابق جاری رکھنے کے لیے لازم ہے کی حکومت وریاست افراد کے نجی کاروبار میں مداخلت نہ کرے اس کا کردار صرف محافظ اور نگران کا ہو "اس کا کام صرف یہ ہے کہ ایسے حالات پیدا کرے جن میں انفرادی آزادی عمل زیادہ سے زیادہ محفوظ ہو سکے اسے امن اور نظم قائم کرنا چاہیے، حقوق ملکیت کی حفاظت کرنی چاہیے معاہدوں کو قانون کے زور سے پورا کرانا چاہیے اور بیرونی حملوں، مزاحمتوں اور خطروں سے ملک اور ملک کے کاروبار کو بچانا چاہیے۔ ریاست کا منصب یہ کہ منصف اور نگراں اور محافظ کی خدمت انجام دے، نہ یہ کہ خود تاجر اور صناع اور زمیندار بن بیٹھے، یا تاجر اور صناعوں اور زمینداروں کو اپنی بار بار کی خلل اندازی سے کام نہ کرنے دے۔[48]

چنانچہ اس نظام میں معاشی فیصلوں اور ان پر عملدرامد کا کام مکمل طور پر افراد پر چھوڑ دیا جاتا ہے کیونکہ عوام اپنے مفاد کی بہترین محافظ ہوتی ہے لہذا وہ ٹیکس کی ادائیگی کے بعد معاشی جدوجہد کرنے میں آزاد ہیں اور نفع اور نقصان کے خود ذمہ دار ہیں۔ حکومت کا کام یہ ہے کہ جہاں نظام سرمایہ داری کے خلاف ورزی ہو قانون کی طاقت سے اس کی اصلاح کرے۔

سرمایہ دارانہ نظام معیشت کی خصوصیات، اصول و قوانین سے اور حقائق سے مترشح اور واضح ہوتا ہے کہ یہ نظام مادہ پرستی، آزادروی اور افادیت پسندی جیسی فکری بنیادوں پر استوار ہے اس میں دولت مند اور سرمایہ دار طبقہ پورے ملکی نظام معیشت، سیاست اور معاشرت پر غالب رہتا ہے حتیٰ کہ یہ طبقہ اپنے سرمایے اور دولت کے بل بوتے پر میڈیا کا بھی مالک بن جاتا ہے اس طرح رائے عامہ کو اپنے اغراض و مقاصد کے لیے ہموار کرلیتا ہے یہاں تک کہ حکومت سازی اور اس کی پالیسیوں کی تشکیل میں بھی اس طبقہ کا غالب کردار ہوتا ہے۔ اس طرح سود جو کہ اس نظام میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے جو کہ دولت کی غیر مساوی تقسیم کا سبب بنتا ہے جس کے نتیجے میں قومی وسائل، سرمایہ اور دولت سرمایہ دار طبقہ کے پاس مرتکز ہو کر رہ جاتی ہے اور دولت و سرمائے کا یہ ارتکاز بے روزگاری کا سبب بنتا ہے ملک مین طبقاتی کشمکش پیدا ہو جاتی ہے اور ملکی آبادی کا اکثریتی طبقہ بنیادی ضروریات سے بھی محروم ہو کر رہ جاتا ہے۔ نظام سرمایہ داری میں تمام زرعی زمین کارخانے اور دیگر وسائل پیداوار نجی ملکیت میں ہوتے ہیں۔ افراد کو مکمل آزادی ہوتی ہے کہ اپنے وسائل اپنے نجی مفاد کے مطابق جس طرح چاہیں استعمال کریں ان کا کلیدی مقصد زیادہ سے زیادہ منافع کمانا ہوتا ہے۔ لہٰذا اس نظام میں سرمایہ دار معاشی سرگرمیوں کا رخ متعین کرتے ہیں۔

سب سے زیادہ اہم اور موثر کردار قیمتوں کی میکانیت کا نظام ہے۔ وہی اشیاء پیدا کی جاتی ہے جن کی قیمتیں اتنی ہوں کہ وہ آجر کے منافع کا باعث بن سکیں۔ حکومت کو افراد کی معاشی سرگرمیوں میں قطعاً دخل نہیں اس کا کام صرف امن وامان کا قیام اور عدل و انصاف مہیا کرنا ہے۔ یوں اس نظام میں حکومت کا کردار دفاع انتظامیہ تعلیم اور بہبود عامہ تک محدود ہو کر رہ جاتا ہے۔ جیسا کہ مولانا مودودی لکھتے ہیں:

اس سارے کاروبار میں ریاست کا کام یہ نہیں کہ پیدائش دولت کے فطری عمل میں خواہ مخواہ مداخلت کرے بلکہ اس کا کام صرف یہ

ہے کہ ایسے حالات پیدا کرے جن میں انفرادی آزادی کا عمل زیادہ سے زیادہ محفوظ ہو سکے۔ اسے امن اور نظم و ضبط قائم کرنا چاہیے۔ حقوق ملکیت کی حفاظت کرنی چاہیے۔ معاہدوں کو قانون کے زور سے پورا کرنا چاہیے بیرونی حملوں اور مزاحمتوں اور خطروں سے ملک کو اور اس کے کاروبار کو بچانا چاہیے۔ ریاست کا منصب یہ ہے کہ منصف اور نگران اور محافظ کی خدمت انجام دے نہ یہ کہ خود تاجر اور صناع اور زمیندار بن بیٹھے یا تاجروں صناعوں اور زمیداروں کو اپنی بار بار کی خلل اندازی سے کام نہ کرنے دے۔[49]

ذیل میں اشتراکیت کے فکر و فلسفہ اور مفکرین و ماہرین معاشیات کی پیش کردہ آرا کا تحقیقی جائزہ لیا جاتا ہے۔

Socialism is an alternative system of economic organization, contrasting with capitalism because of its emphasis on collective ownership of the means of production and social control of economic surplus.[50]

ترجمہ: اشتراکیت نظام سرمایہ داری کے برعکس ایک معاشی تنظیم کا نظام ہے جو ذرائع پیدائش اور معاشی وسائل کو اجتماعی ملکیت میں دینے پر زور دیتا ہے۔

Socialism is an economic organization of society in which the material means of production are owned by whole community and operated by organs representatives of and responsible to community according to general economic plan, all the members of community being entitled to "benefit from the results of such socialized planned production on the bases of equal rights" [51]

ترجمہ: سوشلزم معاشرے کی ایک ایسی معاشی تنظیم ہے جس میں پیداوار کے مادی وسائل تمام معاشرے کی ملکیت ہوتے ہیں اور اس تنظیم کو نمائندہ جماعت (حکومت) ایک عام منصوبے کے تحت چلاتی ہے معاشرے کے تمام ارکان ایسے مجموئی منصوبے کے پیداواری نتائج سے مستفید ہونے کے لیے برابر کے حقوق رکھتے ہیں۔

It is the aim of socialism to transfer the means of production from private ownership to the ownership of organized society to the state [52]

ترجمہ: یہ سوشلزم کا مقصد ہے کہ پیداواری ذرائع کی ملکیت کو نجی ملکیت سے ریاست کے نمائندہ اور منظم معاشرے کو منتقل کرے۔

مندرجہ بالا سطور سے یہ اخذ ہوا ہے کہ سوشلزم یا اشتراکیت سے مراد وہ نظام معیشت ہے جس میں ذرائع پیداوار (Means of Production) حکومت کی ملکیت ہوتے ہیں۔ ان سے استفادہ کرنے کا کام ایک مرکزی ادارے کے سپرد ہوتا ہے جو پورے ملک کے معاشی فیصلے کرتا ہے۔ اس کا مقصد تمام وسائل رزق اور قومی پیداوار کو انفرادی ملکیت سے نکال کر اجتماعی ملکیت میں دینا ہے۔ درج بالا بحث سے سوشلزم کی درج ذیل خصوصیات اخذ ہوتی ہیں:

1۔ پیداواری ذرائع پر ریاست کی ملکیت: اشتراکی نظام معیشت کے تحت تمام پیداواری ذرائع کارخانے، کھیت، ذرائع نقل و حمل، زمین، معدنیات، تجارت و تعمیرات، مشینیں اور آلات سب حکومتی ملکیت میں ہوتے ہیں اور وہی انھیں استعمال میں لانے کی ذمہ دار ہوتی ہے کیونکہ ان ذرائع پر انفرادی ملکیت ہی تمام معاشی مسائل کی بنیاد بنتی ہے نیز طبقاتی کشمکش کی اصل وجہ بھی نجی جائیداد ہی ہے لہذا اس نظام میں ریاست بذات خود سرمایہ دار اور زمین دار ہوتی ہے اور اشراکیت کا اصل ہے کہ روٹی، کپڑا اور مکان کے علاوہ کوئی شے بھی نجی ملکیت میں نہیں

ہونی چاہیے گویا پوری عوام سرکاری ملازم ہوتی ہے۔

2۔ معاشی منصوبہ بندی: اس نظام کے تحت قومی وسائل استفادہ کرنے اور مطلوبہ عوامی ضروریات کے پیش نظر اشیائے ضرورت کی پیدائش اور ان تک عوام کی رسائی کے لیے جامع منصوبہ بندی کو اختیار کیا جاتا ہے۔ منصوبہ بندی کے اہداف کا تعین کرتے ہوئے بھی افراد کی صلاحیت اور سہولت کے پیش نظر نہیں رکھا جاتا بلکہ حکومتی ترجیحات کے مطابق ہی فیصلے نافذ کیے جاتے ہیں اور ان اہداف کا حصول اور تکمیل جو لوگوں سے بزور اور جبراً کرائی جاتی ہے۔

3۔ معاشی مساوات: اشتراکیت معاشی مساوات و یکسانیت کا تصور پیش کرتی ہے اشتراکیت میں ہر شخص کو اس کی بنیادی ضروریات خوراک اور دیگر لوازمات زندگی فراہم کرنا حکومت کی ذمہ داری ہوتی ہے تمام افراد کو کسب معاش ک یکساں مواقع فراہم کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے کوئی شخص اس نظام کے تحت بے روز اور نکما نہیں رہتا۔ یہ سب مرکزی ادارے کے بنائے ہوئے منصوبے کے تحت ہوتا ہے۔

ہماری اس تحقیقی بحث کی دلیل ڈکنسن کے درج ذیل الفاظ ہیں:

Socialism includes the three elements of:
1 Social ownership of the means of production
2 Economic planning
3 Equality [53]

ڈکنسن کی اشتراکیت کے بارے میں پیش کردہ تعریف مقبول عام ہے اور اس نے اشتراکی فلسفہ معیشت سے اخذ کردہ درج بالا تین خصوصیات پیش کی ہیں جو کہ اپنے اندر پورے فلسفہ اشتراکیت کا خلاصہ اور جامعیت رکھتی ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے یہ تینوں اصول فطرت انسانی سے متصادم ہیں نجی ملکیت کی نفی جو کہ فلسفہ اشتراکیت کی اصل اور روح ہے حقیقت میں یہی اس نظام کی سب سے بڑی خامی ہے انسان میں سبقت لے جانے آگے بڑھنے اور ترقی کرنے کا جزبہ ختم ہو کر رہ جاتا ہے کیونکہ ذاتی ملکیت کا جزبہ ہی انسان کو متحرک رکھتا ہے مگر جب اسے علم ہو کہ اسے وہی کچھ ملے گا جو حکومت چاہے گی اس کی کوئی ذاتی پسند ہی نہیں ہے اسے وہی کمانا ہے جو حکومت چاہے گی اور وہی حاصل کرنا ہے جو حکومت دے گی اس طرح افراد حکومت کے بندے اور غلام بن کر رہ جاتے ہیں۔ اس نظام کی دوسری خصوصیت بھی غیر فطری ہے حکومت کے مقرر کردہ معاشی اہداف کا جبری منصوبہ بندی کے ذریعے حصول جس میں افراد کی انفرادی خواہشات ختم ہو کر رہ جاتی ہیں کیونکہ فیصلہ کرنے کا حق صرف چند افراد کو ہے جو مرکز میں بیٹھ کر منصوبہ سازی کرتے ہیں باقی ساری عوام پر لازم ہے کہ اس فیصلے اور منصوبے کے عملدرآمد کو یقینی بنائیں بصورت دیگر انحراف کرنے والوں کے لیے جیل اور تختہ دار ہے۔ اسطرح انسان فکر و عمل کی آزادی سے محروم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اس نظام کی تیسری خصوصیت بھی فطرت اور طبیعت انسانی کے خلاف ہے جو کہ معاشی مساوات کی ہے کیونکہ تمام انسان جس طرح شکل و شبہات ذہنی صلاحیتوں اور جسمانی قوت کے لحاظ سے مختلف ہیں اس طرح فطری طور پر تمام انسانوں کا معاشی لحاظ سے مساوی اور برابر ہونا قطعی ناممکن ہے جیسے ایک ڈاکٹر، انجینئر، ایٹمی سائنسدان، مزدور، کسان، مدرس کی صلاحیتوں، کام کی نوعیت میں فطری فرق ہے اس طرح ان کی آمدنیوں اور معاوضوں میں فرق بھی فطری مساوات ہے اس فطرت کی وجہ سے دنیا متحرک ہے رنگینی ہے اور ترقی کی جانب رواں دواں ہے

، کیونکہ یہی عین فطرت ہے اور اشراکیت کی یہ مصنوعی معاشی مساوات بجائے سود مند ہونے کے پیداوار میں کمی اور نقصان کا باعث ہو گی۔ اشراکیت بقدر ضرورت افراد کو لینے کا حق دیتی ہے جبکہ اسلام بقدر محنت اپنا حصہ لینے کا حق عوام کو دیتا ہے اور پھر بقدر ضرورت لینے کے بعد اپنی مرضی اور خوشی سے زائد از ضرورت دولت کو افراد سے دلوانا چاہتا ہے جبکہ اشتراکیت میں افراد کی رضا اور غبت اور خوشی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس نظام میں ہر چیز جبراً منوائی جاتی ہے چنانچہ اشتراکیت میں جو کچھ عوام سے لیا جاتا ہے اس میں ان کی رضا اور خوشی شامل نہیں ہوتی اس لیے ان میں کوئی جذبہ محرکہ بھی نہیں ہوتا قرآن ان کی اس خصلت کا ذکر ان الفاظ میں کرتا وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ أَنفِقُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنُطْعِمُ مَن لَّوْ يَشَاءُ اللَّهُ أَطْعَمَهُ "[54] اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو رزق خدا نے تم کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرو تو کافر کہتے ہیں کہ بھلا ہم ان لوگوں کا کھانا کھلائیں جن کو اگر خدا چاہتا تو خود کھلا دیتا" اس طرح کی باتیں وہ اس لیے کرتے ہیں کیونکہ وہ یہ بھول جاتے ہیں تمام انسان اکتساب رزق میں صلاحیتوں، وسائل، ذہن اور قوت کے لحاظ سے یکساں نہیں ہیں ان میں اپاہج اور معذور بھی ہوتے ہیں اس لیے اللہ تعالی کا ارشاد ہے وَاللَّهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ[55] "اور خدا نے رزق اور دولت میں بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ ایک اسلامی ذہن ہمہ وقت اس قربانی کے لیے تیار رہتا ہے کیونکہ وہ اسی میں اپنا فائدہ اور دیرپا نفع دیکھتا ہے جبکہ اشتراکی ذہن اس معاملے شکوک و شبہات اور تذبذب میں مبتلا رہتا ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام معیشت کے برعکس اشتراکی نظام میں معاشی منصوبہ بندی کا نظام مکمل طور پر حکومت کے اختیار میں ہوتا ہے۔ عوامی طبقہ صرف ایک مشینی پُرزہ بن کر رہ جاتا ہے۔ یہ نظام افراد کے حقوقِ ملکیت، معاشی، سیاسی، مذہبی حتی کہ فکری آزادی تک چھین لیتا ہے اور ملک کے تمام وسائل معیشت پر مکمل طور پر حکومت کا قبضہ ہو جاتا ہے۔ یوں ہر فرد کا رزق اور وسائلِ معاش حکومت کے قبضہ میں ہوتے ہیں اور حکومت اپنی مرضی کی ذمہ داریاں اور کام عوام کو سونپ کر انہیں مقررہ مقدار میں معاشی ضروریات بہم پہنچاتی ہے۔ اس طرح ریاست کے وسائل اور عوام حکومت کی ملکیت ہوتے ہیں اور عوام ایک خاص طبقہ کی غلام بن کر رہ جاتی ہے۔

نتائج تحقیق

1۔ اسلامی تصور ملکیت کے مطابق زمین و آسمان کی ہر چیز کا مالک حقیقی اللہ تعالیٰ ہے۔

2۔ انسان خلیفۃ اللہ کی حیثیت سے اپنے انفرادی اور اجتماعی حقوق ملکیت کو اللہ تعالیٰ کی ہدایات اور رہنمائی میں ایک امین کی طرح استعمال کرنے کا پابند ہے۔

3۔ چنانچہ اسلام فرد کو اور ریاست کو نہ صرف حقوقِ ملکیت عطا کرتا ہے بلکہ انھیں تحفظ بھی فراہم کرتا ہے، تاہم اسلام میں نہ تو فرد کو لا محدود ملکیتی حقوق حاصل ہیں اور نہ ریاست کو تحدید ملکیت کے لا محدود حقوق دیے ہیں۔ بلکہ اسلام نے انھیں اعتدال پر مبنی مالکانہ حقوق دیے ہیں۔ کیونکہ اسلام میں انفرادی و اجتماعی مالکانہ حقوق کا مشترکہ مقصد اجتماعی فلاح اور مفاد ہے۔

4۔ اسلامی تصور ملکیت اپنے فکر و فلسفہ اور مقاصد کے اعتبار سے سرمایہ دارانہ نظام معیشت کے تصور ملکیت اور اشتراکیت کے تصور ملکیت سے کلیتاً اور یکسر مختلف اور منفرد ہے۔

حوالہ جات

[1]محمد بن عبد الواحد، فتح القدير، دار الفكر، ج6، ص248

[2]شاه ولي الله، حجة الله البالغة، دار الجيل، بيروت، لبنان، 2005، ج2، ص161

[3]القرآن: المومنون 84.85:23

[4]القرآن: البقره 284:2

[5]القرآن: الحديد 7:57

[6]القرآن: النساء 5:4

[7]القرآن: الاعراف 10:7

[8]القرآن: النساء 32:4

[9]القرآن: النساء 2:4

[10]القرآن: النور 27:24

[11]القرآن: الاحزاب 27:33

[12]القرآن: البقره 188:2

[13]القرآن: الذاريات 19:51

[14]مسلم بن الحجاج، المسند الصحيح المختصر، باب تحريم ظلم المسلم، دار احياء التراث العربي بيروت، حديث نمبر 32

[15]البخارى، محمد بن اسماعيل، الجامع الصحيح، باب من قتل دون ماله، دار طوق النجاة، 1422، حديث نمبر 2480، ج3، ص136

[16]ايضا، باب اثم من ظلم شيئا من الارض، حديث نمبر 2454، ج3، ص130

[17]ايضاً، حديث نمبر 2452

[18]ايضا باب من احيا ارضاً، ج3، ص106

[19]القرآن: القصص 77:28

[20]القرآن: بنى اسرائيل 27:17

[21]القران: البقره 205:2

[22]البخارى، الجامع الصحيح، ج2، ص124

[23]صدیقی نجات اللہ، اسلام کا نظریہ ملکیت، اسلامک پبلی کیشنز لاہور 2006، ج1، ص217

[24]القرآن: الاعراف 31:7

[25]القرآن: الحديد 20:57

[26]ابو عبدالله، احمد بن محمد بن حنبل، مسند الامام احمد بن حنبل حديث معاذ بن جبل، مؤسس الرساله 2001، حديث نمبر 22105

[27]ابن ماجه، ابو عبدالله، محمد بن يزيد، السنن، باب من بنى فى حقه، دار احياء الكتب العربيه، فيصل عيسىٰ البابى الحلبى، ج2، ص784

[28] القرآن: النسا 29:4

[29] الترمذی، محمد بن عیسیٰ، الجامع، باب ما جاء فی کراھۃ الغش، مطبعہ البابی الحلبی مصر 1975، ج3، ص598

[30] المسلم، الصحیح، باب تحریم الاحتکار، ج3، ص1227

[31] صدیقی، نجات اللہ، اسلام کا نظریہ ملکیت، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، 2006 ج1، ص292

[32] ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم، الخراج، المکتبۃ الا زھریہ لتراث، ج1، ص130

[33] صدیقی نجات، اسلام کا نظریہ ملکیت، ج2، ص8

[34] ابوعبید القاسم بن سلام، کتاب الاموال، دار الفکر بیروت، ج1، ص372

[35] ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، السنن، باب فیما یلزم الامام من امر، المکتبۃ العصریۃ صیدا، بیروت، حدیث نمبر 2949، ج3، ص135

[36] ابو عبید، قاسم بن سلام، کتاب الاموال، دارالفکر بیروت، ج1، ص33

[37] القرآن: الشوریٰ 38:42

[38] ابو بکر بن ابی شیبہ، عبداللہ بن محمد بن ابراہیم، الکتاب المصنف فی الاحادیث والآثار، مکتبۃ الریشید، الریاض، 1409ھ، ج7، ص431

[39] ابو یوسف، الخراج، ج1، ص42

[40] ابو داؤد، السنن، باب من یعطی عن الصدقہ، المکتبۃ العصریہ، بیروت، حدیث نمبر 1630، ج2، ص117

[41] الطبری، محمد بن جریر بن یزید، تاریخ الرسل و الملوك، دار التراث، بیروت 1387ھ ج4، ص209

[42] ابو یوسف، الحراج، دار المعرفۃ بیروت، لبنان ص25

[43] القران: النساء 58:4

[44] William N. Loucks, Comparative Economic system. (New York, 1952),20

[45] Zambalist, Sherman and Brown, Andrew, Howard Jand Staurt (Comparing economic systems: A Political Economic Approach, Harcourt College, pub, pp 6-7 October 1988 ISBN 978-o-15-512403-5

[46] سیوہاری حفظ الرحمٰن، اسلام کا اقتصادی نظام، مکتبہ رحمانیہ لاہور، ص391

[47] طاسین محمد، سرمایہ داری، اشتراکیت اور اسلام، ''ماہنامہ بینات کراچی، شمارہ ذی القعدہ 1390ھ

[48] مودودی ابو الاعلیٰ، اسلام اور جدید معاشی نظریات، اسلامک پبلی کیشنز لاہور، 1998ء ص23

[49] ایضاً

[50] Fank Stilwell, Political Economy, Oxford University Press New York, 2002, P-391

[51] Dickinson, Economics of Socialism, Oxford University Press, 1939, p-11

[52] Ludwing Von Mises, Socialism an Economic and Sociological Analysis, New Haven Yale University Press, United States America ,1959, P-56

[53] Dickinson, Economic of Socialism, P-11

[54] القرآن: یسین 17:36

[55] القرآن: النحل 71:16